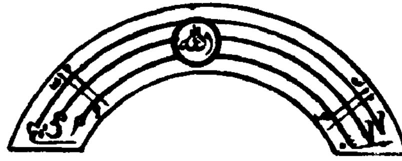


البلاغ المبین

از

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ

مجدد صد چہاردہم، مسیح موعود و مہدی معہود

ناشر:

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

۱۷۔ مولانا آزاد روڈ فاطمہ بائی کورٹ جیکب سرکل بمبئی ۴۰۰۰۱۱

ہمارے عقائد

۱۔ ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں
۲۔ ہم آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور بالفاظ بانیٔ سلسلہ:۔
"اس بات پر محکم رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نیا ہو یا پرانا"۔ "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلعم پر ختم ہو گئی"۔ "ہم بھی مدعیٔ نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"۔
۳۔ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔ ۴۔ ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کا آنا مانتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اس اُمت میں ایسے لوگ ضرور رہیں گے جو حدیث نبویؐ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاءؑ کے مطابق انبیا تو نہ ہونگے لیکن اللہ تعالیٰ ان سے یقینی اور قطعی الہام کے ذریعہ سے کلام کریگا
۵۔ ہم تمام صحابۂ کرام اور تمام آئمۂ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ اہلسنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
۶۔ ہم ہر اس شخص کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے۔ اصولاً مسلمان سمجھتے ہیں خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ ۷۔ ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو زمانہ کا مجدد و مسیح و مہدی مانتے ہیں نیز انھیں زمرہ انبیاؑ کا نہیں بلکہ زمرۂ اولیا کا فرد یقین کرتے ہیں اُنکے اپنے الفاظ میں "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ مجددیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے میں نبوت کا مدعی نہیں، بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونیکا دعوی کرتا ہے" ہاں ہم آپ پر بحیثیت مجدد ہونیکے محض لغوی بروزی مجازی اُمتی جزدی و ناقص نبی کے الفاظ کا اطلاق جائز سمجھتے ہیں جو بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ محدث اور مجدد کے ہم معنی الفاظ ہیں جو محدث مرسلین میں سے ہے اُمتی بھی ہوتا ہے، اور ناقص طور پر نبی بھی"۔ تا یہ ثابت ہو کہ یہ مقام مجددیت محض نبی کریم صلعم کی روحانی فیض اور آپکی اتباع کامل کا نتیجہ ہے



"۱۷ مئی ۱۹۰۸ء کا وجد انگیز نظارہ آخر دم تک مجھے یاد رہے گا جب خدا کے ہاتھوں سے معطر کیا ہوا مسیح گیارہ بجے معزز رؤسا و امرا لاہور کے سامنے ایک تقریر فرما رہا تھا۔ تقریر کیا تھی ؟ معرفت کا ایک سمندر تھا جو اپنے پورے جوش میں تھا عرفان کا ایک بادل تھا جو ابر رحمت بن کر ان پر برسا وہ ایک آخری پیغام تھا جو دار الخلافہ میں اس عز الخلافت نے اپنے قادر و توانا مالک الملکوت سلطان الجبروت کی طرف سے پہنچایا۔ بارہ بج گئے اور آپ نے فرمایا کھانے کا وقت گزرا جاتا ہے چاہو تو میں اپنی تقریر بند کر دوں مگر سب نے یہی کہا کہ یہ کھانا تو ہم روز کھاتے ہیں ہمیں روحانی غذا کی ضرورت ہے چنانچہ تقریر ایک بجے ختم ہوئی۔"

اللہ تعالیٰ کا شکریہ

مجھے اس وقت اس بات کا اظہار مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ تین قسم کا شکر کرنا چاہیئے سو سب سے مقدم اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں ہر ایک پہلو سے امن بخشا ہے اور صحت و تندرستی بخشی ہے۔ اور ہر طرح کے اسباب ہمارے لئے اشاعت دین کے مہیا کئے ہیں اور درحقیقت سچ بات تو یہ ہے کہ اگر ہم ان نعمتوں کا شمار کرنا چاہیں تو جس قدر یہ نعمتیں جسمانی روحانی حالت پر محیط ہو رہی ہیں وہ گنی نہیں جا سکتیں وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا جیسا کہ اس نے سورہ فاتحہ میں خود فرمایا کہ رب العلمین رحمٰن رحیم ہوں۔

کیونکہ وہ رحمٰن ہے

اور حقیقت میں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ اس دنیا کا بقا اور ہماری آسودگی انہی صفات کے ساتھ ہے اگر وہ ذات پاک رحمانیت کو استعمال میں نہ لائے تو دنیا تباہ ہو جائے۔ رحمٰن کے معنی خدا کے کلام سے یہ ثابت ہوتے ہیں کہ جب وہ بغیر کسی عوض کے اور سوا کسی عمل کے رحمت کرتا اور اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ مثلاً دیکھو خدا نے جب یہ نظام بنا رکھا ہے سورج ہے چاند ہے اناج ہے پانی ہے ہوا ہے ہمارے امراض کے دفعیہ کے لئے ہر قسم قسم کی بوٹیاں ہیں۔ اب کوئی بتلا سکتا ہے کہ یہ اس کے کس عمل کا اجر ہے۔ ہر ایک شخص جو عمیق فکر کرے اس پر خدا کا رحمان ہونا ثابت ہوتا ہے انسان کی زندگی و

آسودگی کے لئے جو کچھ چاہیئے تھا وہ اس کے پیدا ہونے سے پہلے مہیا کیا جو کچھ آسمان میں ہے اور زمین میں اور پھر جو کچھ ہمارے وجود میں پایا جاتا ہے سب اس کی رحمانیت کا نتیجہ ہیں۔ کیونکہ جب ہم ماں کے پیٹ میں تھے اس وقت جو کچھ اس کے انعام تھے وہ کسی عمل کا نتیجہ نہیں ہو سکتے۔

صفت رحمانیت میں تناسخ کا رد تناسخ کا مسئلہ یہیں سے رد ہو جاتا ہے۔ مگر میں اسے چھیڑنا نہیں چاہتا غرض خدا کی بے شمار نعمتیں ہیں جن کو کسی ترازو میں تول نہیں سکتے ضروری طور سے ماننا پڑتا ہے کہ خدا رحمان ہے۔ ہمارے اس ملک میں بہت قسم کے فرقے ہیں کہ جو کچھ انسان کو عطا کیا گیا۔ وہ کسی گزشتہ کرم کا نتیجہ سمجھتے ہیں سچ بات یہ ہے کہ جو کچھ ہے۔ یہ خدا کے فضل اور اس کی رحمانیت نے مہیا کیا ہے۔ کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میرے اعمال کا عوض ہے۔

اللہ رحیم ہے خدا نے اسی سورہ فاتحہ میں فرمایا کہ وہ رحیم ہے یعنی کوششوں پر نیک نتیجہ مرتب کرتا ہے مثلاً ایک کسان کاشتکاری کرتا ہے۔ آبپاشی کرتا ہے اب عادت اللہ جاری ہے۔ وہ کسی کی کوشش کو ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ ایک دانے کے عوض کئی دانے دیتا ہے کسی پوشیدہ حکمت یا کاشتکار کی بدعملی کیوجہ سے فصل برباد ہو جائے تو یہ علیحدہ بات ہے یہ شاذ و نادر کالمعدوم کا حکم رکھتی ہے۔ اسی طرح پر خدا کا نام رب العالمین ہے۔ رب کے معنے پرورش کرنے والے ہیں۔ عالم روحانی و جسمانی کی وہی پرورش کرتا ہے اگر اس نے ایسے قویٰ انسان میں نہ رکھے ہوتے تو انسان ان انعامات سے کہاں متمتع ہو سکتا۔ ایسی ہی روحانی ترقی بغیر اسکے فضل کے ناممکن ہے۔

اللہ مالک یوم الدین ہے پھر فرمایا کہ میں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہوں جزا و سزا دینا اسی کے اختیار میں ہے۔ اسی عالم سے جزا و سزا کا معاملہ شروع ہو جاتا ہے جو نقب زنی کرتا ہے۔ شائد ایک دفعہ نہیں تو دوسری دفعہ دوسری دفعہ نہیں تو تیسری دفعہ ضرور پکڑا جاتا ہے یا کسی اور رنگ میں اسے سزا مل جاتی ہے (یہ سزا کیا کم ہے کہ چور دولت کے لئے چوری کرتا ہے اور پھر بھی ہمیشہ مفلس اور غریب ذلیل رہتا ہے) ہم نے اس عالم غیب میں خوب غور کرکے دیکھ لیا کہ جو سرگرمی سے نیکی کرتا ہے۔ تو نیک نتیجہ پانے سے خالی نہیں رہتا۔ اور جو بدی کرتا ہے ضرور بد نتیجہ بھگت لیتا ہے۔ دیکھو جو زنا کرتے ہیں۔ انکو آتشک ہو جاتی ہے۔ شراب پینے والوں کو رعشہ ہو جاتا ہے۔ کسی کی انتڑیوں میں پھوڑے نکل آتے ہیں۔

القصہ خدا کے اس قدر احسان ہیں کہ کس کی طاقت ہے۔ جو ان احسانوں کو شمار کر سکے۔ انسان جس قدر قوی لے کر آیا ہے۔ وہ کس کا عطیہ ہیں۔ انسان اگر سوچ کر دیکھے تو سب قوی اللہ کے زیر قدرت ہیں چاہے تو ایک دم میں قلب کی حرکت موقوف ہو جائے اور انسان فوراً ہلاک ہو جائے۔ مگر مرنے کو کس کا دل چاہتا ہے۔

دنیا پرستی بڑھ گئی دنیا کی محبت میں سب گرفتار ہیں۔ آخرت کی فکر کم لوگوں کو رہ گئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ایسے لوگوں کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے پروانہ آجائے کہ تمہارے لئے بہشت تیار ہے۔ چاہو تو دنیا کی نعمتوں میں رہو اور چاہو تو بہشت کی بے مثل نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ تو وہ سب لوگ دنیا کو قبول کریں گے یہ دنیا پرستی کا نتیجہ ہے حالانکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دنیا فانی ہے کئی دوست گزر جاتے ہیں۔ دشمن عزیز بھائی لڑکے بیوی سب آخر کار ایک دن بدر ہوں گے۔ اور کئی لوگوں کے ہو چکے اگر کوئی غور کرنے والا ہو تو دنیا فانی ہونے کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جائے پھر سوچے کہ میں وہ کوششیں جو دنیا کے لئے کر رہا ہوں کیا وہ اعتدال سے ہیں۔ آج تک اگر دنیا میں کوشش ہوتی رہی ہے۔ مگر مقررہ وقت موت سے باز رکھنا ناممکن ہے۔ بعض لوگ شائد ہماری تقریر کو ہنسی میں ٹال دیں مگر میں سچ کہتا ہوں کہ انسان غلطی پر ہیں۔

خدا پرست بنو میں نہیں کہتا کہ زراعت نہ کرو تجارت نہ کرو۔ بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا کی محبت میں خدا سے منہ پھیر لیں اچھا نہیں۔ ابتدا میں پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اور آخر بھی اسی سے واسطہ پڑتا ہے۔ تو پھر کیونکر انسان کے لئے اس سے غافل ہونا نتیجہ خیز ہو سکتا ہے۔ غرض خدا تعالےٰ کے احسانات شمار و انداز سے باہر ہیں۔ شکر اس کو کہتے ہیں کہ انسان خدا کے آگے سچے دل سے اقرار کرے کہ تیری ہی رحمتیں اور تیرے ہی فضل ہیں اور پھر عملی رنگ میں اس کی اطاعت و عبادت سے اظہار شکر کرے۔

شکریہ گورنمنٹ دوسرے شکر گورنمنٹ کا کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ہم ظاہری طور پر کہتے ہیں۔ بلکہ یہ بات ہمارے اصول میں داخل ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ کے احسانات کا شکر کرتے رہیں۔

گورنمنٹ نے مذہبی آزادی دے رکھی ہے۔

سکھوں کا زمانہ جنہوں نے دیکھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ لوگوں کے باپ دادا کی کیا حالت تھی اور احکام اسلام تو یک طرف کوئی آواز بلند اذان نہیں دے سکتا تھا۔ اگر کوئی دیتا تو مجرم قرار دیا جاتا پھر کوئی حلال شے استعمال کرے تو وہ بھی مجرم اب آزادی اس قدر ہے کہ ہر ایک مسلمان اپنے مذہبی فرائض بڑی آزادی سے ادا کر سکتا ہے روزے رکھو نمازیں پڑھو زکوٰۃ دو کوئی مانع نہیں جس قدر چاہو علوم دینی کو حاصل کرو۔ مخالفوں کو جواب دو۔ کوئی تمہیں منع نہیں کرتا۔ ابھی حال میں فنانشل کمشنر صاحب سے میری ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ کیسی آزادی ہے کہ عیسائیوں کے خلاف مذہبی طور سے کچھ کہنا یا لکھنا روکا نہیں گیا بس اگر کوئی مسلمان اس **گورنمنٹ سے نافرمانی کرے گا۔ تو وہ میرے نزدیک خدا تعالیٰ کا گنہگار ہے** حدیث صحیح ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ خدا کا سچا شکر گزار وہی ہے۔ جو پہلے انسان کا شکرگزار ہے۔ جب گورنمنٹ کے خلاف ہوا یعنی اپنے ایک محسن کے تو پھر اس سے بھی کسی دن پھر جائے گا۔

گورنمنٹ کے احسانات

بالخصوص ہم تو اس گورنمنٹ کے احسان کو دل سے محسوس کرتے ہیں۔ دیکھو میں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں اور عیسائیوں کے خلاف بہت ہیں لیکن گورنمنٹ نے بُرا نہیں منایا یہ اسی لئے کہ مذہبی آزادی دے رکھی ہے۔ بلکہ قدر دانی کا یہ حال ہے کہ ہماری کتابوں کے بعض نسخے بذریعہ تار لندن منگوائے گئے ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر یہ گورنمنٹ نہ ہو۔ تو ایک دوسرے کو چیر کھاویں اسلامی بادشاہوں نے کیا کچھ کیا اور یہ انگریز نیک نیتی سے انصاف کرتے ہیں کسی کو دانستہ پکڑتے نہیں مجھے یاد ہے کہ ایک جنٹلمین پادری نے مجھ پر اقدام قتل کا مقدمہ کیا۔ اس میں ایک مسلمان مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے بھی گواہی دی مگر ڈگلس ڈپٹی کمشنر نے اس مقدمہ میں خوب چھان بین کی آخر وہی عبدالحمید خود بول اٹھا کہ مجھے پادریوں نے سکھایا۔ اس پر اس صاحب نے مجھے کہا کہ آپ کو مبارک ہو آپ بری ہو گئے۔ اگر ان لوگوں کے دلوں میں مسلمانوں کی نسبت کچھ بدنیتی ہوتی تو کبھی میری مدد نہ کرتے۔ اگر کسی مسلمان بھائی کی یا ہندو کی عدالت میں یہ مقدمہ ہوتا تو مجھے وہ کبھی نہ چھوڑتا۔ انسان جس قدر انصاف اختیار کرتا ہے اسی قدر روشن ضمیر ہو جاتا ہے۔ اور اس پر حق بات منکشف ہو جاتی ہے باقی یہ کہنا کہ ہمیں عہدے نہیں ملتے ہمارا عقیدہ تو

یہ ہے کہ جب تک آسمان پر کوئی بات مقرر نہیں ہوتی زمین پر نہیں آتی ۔

شکریہ حاضرین تیسرا شکر آپ سب صاحبوں کا ہے ۔ جنہوں نے تشریف آوری کی تکلیف گوارا کی خدا کرے جس طرح جسمانی طور سے باہم ملاقات ہوئی ۔ روحانی طور سے بھی ہمارے دل مل جاویں ۔ جسمانی ملاقات تو کچھ چیز نہیں زبان سے کوئی فتح نہیں ہوتی ۔ دلوں کے فتح کرنے والا تو دل ہے ۔ جو قوم زبان پر جمع خرچ کرتی ہے وہ فتحیاب نہیں ہوتی دیکھو ۔

کامیابی کا راز تزکیہ نفس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس کوئی سامان جنگ نہ تھا ۔ مگر یہی قلبی خلوص تھا اور حق کا جوش جس سے آخر مظفر و منصور ہوئے بے نظیر طور سے کامیابیاں حاصل کیں ۔ ہر ایک شخص جو خدا کو خوش رکھنا چاہتا ہے ۔ اور چاہتا ہے کہ خدا اُسے کامیابیاں بخشے ۔ وہ فریب کی زندگی چھوڑ دے خدا سے صلح کرے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (۹۱: ۹-۱۰) فلاح پاگئے وہ جنہوں نے تزکیہ نفس کر لیا ۔ اور تباہ ہو گیا ۔ وہ جس نے اسے خراب کیا فلاح دین و دنیا دونوں کو شامل ہے ۔ جو شخص اپنے نفس کی ناپاکی کو چھوڑتا ہے ۔ وہ آخر کامیاب ہوتا ہے بیشک کوئی فلسفہ میں طاق ہے کوئی ہیئت میں کوئی سائنس میں شہرہ آفاق ہے یہ قبول ہے ۔

تزکیہ نفس بغیر مزکّی کے محال مگر تزکیہ نفس بڑی مشکل چیز ہے ۔ علوم ظاہری دماغی حواس کو تیز کرتے ہیں ۔ مگر ان کا قلب کے ساتھ کچھ علاقہ نہیں ۔ جو علوم ظاہری حاصل کرتے ہیں ۔ بجز سلیم الطبع کے آخری نتیجہ یہی ہوتا ہے ۔ ان میں کبر آجاتا ہے ۔ ان کو سچا انکسار اور سچی نرمی نصیب نہیں ہوتی ۔ کبر ایسی بری بلا ہے کہ انسان اس کی وجہ سے ہر قسم کی ترقی سے رُک جاتا ہے ۔

ضرورت ہے ایک مزکّی کی اب اس کے آگے جو بیان کرنا چاہتا ہوں ۔ وہ یہ ہے کہ قانون قدرت میں داخل ہے کہ ہر ایک چیز ضرورت سے پیدا ہوتی ہے ۔ جس قدر کپڑے جوتیاں بوٹ آلات معیشت ہیں ۔ یہ کیونکر پیدا ہوئے ۔ اس کا جواب یہی ہے ۔ کہ ضرورت ہے پس جب ضرورت پیش آتی ہے تو وہی ضرورت رہنما ہو جاتی ہے ۔

اسلام مشکلات میں آپ لوگ جانتے ہیں کہ مذہبی طور سے اسلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں ۔ ان حملوں سے متاثر ہو کر بعض دین سے رہ گئے ۔ بعض مذبذب ہو گئے ۔ بعض کمزور یہ حملے کئی قسم کے ہیں ۔ بعض منقولات کے

اسلام سے کئے جاتے ہیں ۔ بعض منقولات کے ہتھیاروں سے نکتہ چینی اور علوم جدیدہ کا حملہ بڑا سخت حملہ ہے۔ جو کچھ آج کل تعلیم ہوتی ہے۔ یہ تعلیم بھی دراصل بڑی غلطیوں میں ڈالتی ہے میرا تجربہ ہے کہ اکثر لوگوں کو یہ ناقص تعلیم مذہبی طور سے مفید نہیں پڑی۔ پڑھنے والے خلیع الرسن اور بے قید ہو جاتے ہیں۔ کہلاتے تو مسلمان ہیں۔ مگر پھر بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جیسی عزت چاہئے نہیں کرتے۔ اسلام کو معمولی بات سمجھتے ہیں۔ ان کے منہ سے دہریت کی بو آتی ہے۔ بس آج ہاتھ سے گئے یا کل گئے۔ جدید فلسفہ کا حملہ پادریوں کے حملے سے بڑھ کر ہے۔ بیرونی حملہ کے علاوہ ایک اندرونی حملہ بھی ہے سکولوں میں کالجوں میں مسلمان طالب علم پڑھتے ہیں۔ اور دہریت اور لامذہبی کے عقاید حاصل کرتے ہیں۔

بچپن ہی سے مذہبی تعلیم دو

اگر پہلے ہی مذہبی تعلیم کا خیال رکھیں۔ تو یہ نقص پیدا ہی نہ ہو۔ دیکھو اگر ایک لڑکی کو ہوش سنبھالتے ہی بازار کی رنڈی بنا دیا جائے فسق وفجور میں مبتلا کر کے شراب کی عادت ڈال دی جائے پھر اسے کہیں کہ پردہ کر تو اس سے یہ ممکن نہیں یا کم از کم مشکل ضرور ہے کیونکہ اس کی تو عادت پڑ چکی ہے۔ اسی طرح ہوش سنبھالتے ہی پادریوں کے یا آریوں کے مدرسوں میں اپنی اولاد کا بھیج دینا اور پھر ان سے اس بات کا طلب گار ہونا کہ یہ سچے مسلمان ہوں ؏

این خیال است و محال است و جنوں

جن کانوں میں ہمیشہ اسلام کے برخلاف صدائیں پڑتی رہتی ہیں وہ کیونکر اسلام کی عظمت کو قبول کر سکتے ہیں۔ اسلام ہر ایک پر غالب ہے۔ یہ جدید فلسفہ اس سے بھی ترقی کر جائے مگر پھر بھی میں سچ کہتا ہوں قرآن شریف اس پر غالب ہے۔ جن لوگوں نے محنتیں نہیں کیں۔ قرآن مجید کو تدبر سے نہیں پڑھا وہ کیا جانتے ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ قرآن مجید کبھی پڑھا نہیں۔ اور اس پر اعتراض کئے جاتے ہیں۔

جنت کی فلاسفی

دیکھو میں مثال کے طور پر بیان کرتا ہوں۔ قرآن کی جتنی تعلیم ہے روحانی فلسفہ سے پُر ہے۔ قرآن شریف میں وعدہ کیا ہے کہ مرنے کے بعد جو صالح ہو گا بہشت میں جائے گا۔ بظاہر یہ وعدہ معلوم ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ قصہ نہیں مگر قصہ کا رنگ اختیار کیا گیا۔ اصل میں عرب کے لوگ (الٰہیات و روحانیت میں) بچوں کی طرح تھے۔ خدا نے استعارہ کا رنگ قریب الفہم کرنے کے

لئے اختیار کیا۔ خدا تعالیٰ نے دوسرے موقعہ پر فرمادیا مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ [۱]
یعنی سب کچھ اس جنت کی مثال ہے۔ اور دوسری جگہ رسول اکرم کی زبان پر فرمایا۔ مالا عین
لات ولا اذن سمعت (حدیث) اس جگہ کے دودھ اور شہد کی نہریں نہ ہوں گی پھر فرمایا۔ وَ
بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ [۲]
اے رسول بشارت دے دے۔ ان ایمانداروں اور عمل صالح کرنے والوں کو ان کے لئے باغ ہیں جن کے
ان کے نیچے نہریں پھر فرمایا۔ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ [۳]

اعمال کا تعلق ایمان کے ساتھ

کلمہ طیبہ درخت کی مثال ہے۔ اب اس جگہ اللہ تعالیٰ نے کھول دیا کہ وہ ایمان جو ہے وہ بطور تخم اور شجر کے ہے۔ اور اعمال جو ہیں وہ آبپاشی کی بجائے ہیں۔ قرآن
شریف میں کسان کی مثال ہے کہ جیسا وہ زمین تخم ریزی کرتا ہے۔ ایسا ہی یہ ایمان کی تخم ریزی ہے۔ وہاں
آبپاشی ہے۔ یہاں اعمال۔ پس یاد رکھنا چاہیئے کہ ایمان بغیر اعمال کے ایسا ہے۔ جیسے کوئی باغ بغیر انہار
کے جو درخت لگایا جاتا ہے۔ اگر مالک اس کی آبپاشی کی طرف توجہ نہ کرے تو ایک دن خشک ہو جائے گا۔ اسی
طرح ایمان کا حال ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا [۴] یعنی تم ہلکے ہلکے کام پر نہ رہو۔ بلکہ اس
راہ میں بڑے بڑے مجاہدات کی ضرورت ہے۔ نفس کو بیل سے مشابہت دی گئی ہے۔

نفس کی تین قسمیں

نفس تین قسم ہے نفس امّارہ اس کو کہتے ہیں جو بدی کی طرف رغبت رکھتا ہے۔
امّارہ مبالغہ کا صیغہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بدی کی طرف بار بار جانے والا لوّامہ وہ ہے جس سے بدی تو
ہو جاتی ہے مگر آخر نیکی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ عام انسانوں کی حالت دیکھو تو نفس کی یہ دونوں قسمیں سمجھ
میں آجائیں گی۔ بعض تو بدی کرتے ہیں۔ اور اسے محسوس نہیں کرتے۔ اور بعض جو غلطی کر بیٹھتے ہیں۔
تو ان کو ندامت ہوتی ہے۔ تیسری قسم مطمئنّہ ہے۔ یہ وہ حالت ہے۔ جب انسان نفس سے جنگ میں
فتح پالیتا ہے۔ امّارہ اس دشمن کی مانند ہے۔ جو گھر کا دشمن ہو لوّامہ وہ ہے جو کبھی دشمنی کا ارادہ کرتا
اور پھر باز آجاتا ہے۔ مطمئنّہ وہ ہے جو بکلی صلح کر لیتا ہے۔ آخر حد انسان کی ترقیات کی یہی ہے۔ اس
وقت خدا کی رضا اس کی رضا ہو جاتی ہے۔ اس کا ارادہ وہی ہوتا ہے۔ جو خدا کا ارادہ ہوتا ہے۔

---

[۱] (الرعد) ۱۳ : ۳۵ [۲] (البقرہ) ۲ : ۲۵ [۳] (ابراہیم) ۱۴ : ۲۴ [۴] (العنکبوت) ۲۹ : ۶۸

جسمانی سلسلہ سے روحانی کو سمجھو اللہ تعالیٰ نے جو تخم ریزی آبپاشی بیل کسان کی مثال دی ہے۔ یہ اس لئے کہ کسانوں کا کام ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے جسمانی طور پر مہیا کر رکھا ہے۔ اسی طرح روحانی طور پر بھی مہیا کیا ہے۔ پس جسمانی سلسلہ سے روحانی کی خوب سمجھ آسکتی ہے۔ دیکھو کسان سب کچھ کرتا ہے۔ مگر پھر بھی خدا کے پانی کے بغیر اس کی کوئی محنت ثمرور نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ حال کی فصلوں میں بھی قحط کا صدمہ باقی ہے۔

عقل تعلیم کے ساتھ وحی ربانی ضروری ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (۸۶: ۱۱-۱۲) قسم ہے آسمان کی جو بارش برساتا ہے اور زمین کی جو شگوفہ کو نکالتی ہے۔ قسم کا مسئلہ بھی سمجھنے کے قابل ہے۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو قسموں کی کیا ضرورت ہے دراصل ایسے لوگوں نے سمجھا نہیں کہ قسم قائمقام شہادت ہے۔ عدالت میں بھی جب گواہ نہ ملیں تو بعض اوقات قسم پر فیصلہ ہو جاتا ہے۔ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ (۸۶: ۱۱) کہکر یہ سمجھایا کہ جیسے جسمانی قانون قدرت سے یہ ہے کہ زمین کی سرسبزی آسمانی بارش پر موقوف ہے۔ ورنہ کنوئیں بھی خشک ہو جائیں بلکہ زہر پیدا ہو جائے اسی طرح یہ روحانی سلسلہ ہے۔ اس میں بھی عقل کے چشموں کے لئے آسمانی بارش (وحی) کی ضرورت ہے۔ جو **لوگ کہتے ہیں ہمیں اب نبیوں کی کیا ضرورت ہے وہ جسمانی بارش کیوں مانگتے ہیں** تمہاری آنکھوں کے لئے یہ نظارہ موجود ہے کہ جسمانی زندگی جس سے وجود پذیر ہوتی اور قائم رہتی ہے۔ وہ آسمانی پانی ہے۔

تمام لوگ وحی الٰہی کے محتاج ہیں۔ بعض لوگ تھوڑا پڑھ کر کہتے ہیں ہم کچھ بن گئے۔ میری دانست میں اگر کوئی عمر بھر پڑھے تو خدا کی معرفت کے سمندر سے اتنا بھی نہیں جتنا کوئی سوئی ڈبو دے اور سوئی پر تو پھر نمی ہی لگ جاتی ہے۔ یاں یہ بھی نہیں وصول الی اللہ کا یہ طریق نہیں۔ جو آج کل لوگوں نے اختیار کیا ہے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ❊ کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

دین بھی ایک علم ہے دین چند قصوں کا نام نہیں۔ بڑا روحانی فلسفہ اس کے اندر ہے جو شخص دین سے بہرہ نہ رکھے اور پھر دعوٰی کرے کہ مجھے دوسرے کی کچھ ضرورت نہیں۔ وہ نادان ہے دین آسمان سے آیا۔

اس لئے ہمیشہ اس کی سرسبزی آسمان سے ہوتی رہی ہے حضرت رومی خوب فرماتے ہیں ؎

اے کہ خواندی حکمتِ یونانیاں   حکمتِ ایمانیاں راہم بخواں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیشک اُمّی تھے مگر یہ بھی ان کا معجزہ ہے کہ جو کلام ان پر نازل ہوا۔ آپ میں روحانی فلسفہ اس قدر رکھا۔ کہ آج کل کے فلاسفر بھی اس کے قائل ہیں۔ اللہ تعالےٰ خوب جانتا تھا۔ آخری زمانے میں بڑے بڑے فلاسفر پیدا ہوں گے۔ اس لئے خدا نے سب باتوں کا جواب دے دیا

قرآن کی تعلیم سب کتابوں سے اعلیٰ ہے

یہ بات نہ انجیل میں پاؤ گے نہ تورات میں۔ انجیل کا تو کیا کہنا۔ جس میں خدا بھی ایک نیا خدا ہے۔ جس کی طاقتیں ایسی کمزور کہ یہودیوں نے جو بھی چاہا اس سے کیا یہ خدا کی نسبت تعلیم ہے۔ اب اخلاقی تعلیم کی نسبت سنو! توریت میں لکھا ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ دانت کے بدلے دانت اور انجیل میں یہ کہ تو بدی کا مقابلہ ہرگز نہ کر۔ اگر کوئی ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری گال بھی اس کے سامنے کر دے۔ اگر کوئی کُرتا مانگے تو اسے اپنا چوغہ بھی اتار دے۔ دیکھو دونوں کتابوں میں افراط تفریط کی راہ اختیار کی گئی ہے۔ کیا انسان کے قویٰ اسکو برداشت کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں دراصل یہ بعض مختص المقام مختص الحالات لوگوں کے لئے ایک مجموعہ قوانین تھا۔ اس کے مقابلہ میں قرآن مجید میں عدل کا اصل طریق بتایا گیا ہے جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا (۴۲: ۴۰) اور پھر یہ کہ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ[1] یعنی یہ کہ جتنی بدی کی گئی ہے اس کی سزا دی جائے مگر عفو بہتر ہے اگر اس عفو کا نتیجہ اصلاح ہو۔ انجیل میں ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور ہیں کسی پادری کو کوئی طمانچہ مار دے تو اس کا تجربہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ فلسفہ حقہ جو میں نے بیان کیا ہے یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ اس کی کئی شاخیں ہیں یہ خوب سمجھ لینا چاہیئے۔

قرآن مجید کی تعلیم عمل کیلئے آسان ہے

کہ اللہ نے باقی قویٰ کو یوں ہی بیکار نہیں پیدا کیا ہر ایک قوت جو انسان میں رکھی گئی ہے۔ ضرور کسی نہ کسی فائدے کی ہے مثلاً قوت غضبی کو بھی برا نہ کہنا چاہیئے کیونکہ موقعہ و محل مناسب پر اس کا استعمال حرام نہیں۔ بلکہ اس کی بد استعمالی حرام ہے۔ ان میں ایک حکم تھا کہ خصی بن جاؤ اگر آج تک عیسائی اس پر عمل کرتے تو کبھی کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ یہ دوسروں کو کیا کہتے ہیں اپنی کتاب پر پہلے تو عمل کر لیا ہوتا۔ ایسی باتوں سے قرآن شریف کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ اصل میں سچا حکم وہی ہے

[1] (الشوریٰ) ۴۲ : ۴۰

جس پر عمل ہو سکے اور عمل کرنے سے کوئی قباحت لازم نہ آوے۔ اور جس کلام میں ایسی باتیں ہوں کہ اگر اس پر عمل کیا جاوے۔ تو دنیا کا انتظام بگڑ جائے۔ تو وہ کتاب پھر اللہ کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔

بائبل کی تعلیم مختص القوم مختص الزمان تھی۔

ہم نہ انجیل پر اعتراض کرتے ہیں نہ تورات پر بلکہ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ اب ان کتابوں پر عمل کرنے کا موقعہ و وقت نہیں رہا یہ دراصل ایک خاص خاندان کے متعلق کتابیں ہیں۔ اس خاندان کو دوسرے تمام سے کچھ غرض نہ تھی چنانچہ حضرت عیسٰیؑ نے خود کہا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا۔ قرآن مجید سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے وَ رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ[1] جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مختص القوم و مختص الزمان تعلیم لائے۔

قرآن مجید کی تعلیم مختص القوم و مختص الزمان نہیں

مگر قرآن مجید مختص القوم والزمان نہیں۔ بلکہ قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (۷: ۱۵۸) فرماتا ہے یعنی آپ تمام جہان کے رسول ہیں اور ایک جگہ فرمایا۔ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْ بَلَغَ[2] میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسانی فطرت کا پورا پورا نقشہ "قرآن" ہے بڑا افسوس کہ لوگوں نے توجہ چھوڑ دی یہ کتابیں (انجیل تورات وغیرہ) جو تھیں۔ اگر قرآن نہ آتا تو بالکل مر جاتیں۔ کیونکہ یہ محدود تھیں۔ اور ان کی تعلیم بھی محدود جن کی تعلیم ہی ناقص ہے۔ وہ دوسرے کو کیا کامل کر سکیں گی

اسلام تمام قوموں میں نبوت کا قائل ہے

کیا یہودی کیا عیسائی سب کا یہی عقیدہ ہے کہ نبوت ان کے گھر تک محدود ہے۔ گویا عیسائیوں کے حال کے مطابق حضرت عیسٰیؑ تک تو انسان تھے۔ اور اس کے آگے سب حیوانات تھے۔ قرآن کہتا ہے کسی قوم کی خصوصیت نہیں وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ[3] یہ کیسی پاک اور سچی تعلیم ہے۔

اسلام تا قیامت وحی کے نزول کا قائل ہے

برخلاف اس کے اور سب قومیں کہتی ہیں۔ نبوت آگے نہیں پیچھے رہ گئی آریہ بھی یہی کہتے ہیں کہ خدا پہلے زمانہ میں چار رشیوں سے ہمکلام ہوا۔ اور پھر بس مگر میں کہتا ہوں۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ سنی ہوئی دیکھی ہوئی کے برابر نہیں ہو سکتی۔ پہلے رسول آتے تھے مگر اب خدا کا کچھ پتا نہیں چلتا کہ وہ زندہ بھی ہے یا کہ نہیں یہ تو کہتے ہیں کہ دعائیں سنتا ہے۔ مگر نہیں معلوم کہ بولتا کیوں نہیں۔ اگر قوت نطق جاتی رہی ہے تو قوت سمع کے باقی رہنے پر کیا دلیل ہے فطرت کے خلاف نہیں

[1] (آل عمران) ۳: ۴۹ [2] (الانعام) ۶: ۱۹ [3] (الفاطر) ۳۵: ۲۴

ہو سکتا۔ بکری سے بھیڑیے کا کام نہیں لے سکتے۔ انسان قصوں سے تسلی نہیں پاتا۔ دل مجبور کرتا ہے کہ عینی مشاہدہ ہو۔

موجودہ زمانہ میں ایک مصلح کی ضرورت ہے اگر خدا نے کسی زمانہ میں وحی والہام کیا ہے۔ تو اب بھی اس کے وحی والہام کی اشد ضرورت ہے کیونکہ جس قدر تفرقہ قوموں میں اب ہے۔ پچھلے زمانہ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اگر ایک فرقے کے لئے مصلح کی ضرورت ہے تو کیا اب جو ایک فرقے کے تہتّر فرقے ہو گئے ہیں۔ ان کے لئے کسی مصلح کی ضرورت نہیں۔ کوئی ایسی مثال پیش کرو کہ ضرورت کے وقت خدا کی طرف سے یہ سلوک ہوا ہو حالانکہ ہر ایک چیز کے پیدا ہونے کی ماں ضرورت ہے۔ ایک معمولی مثال ریلوے تصادم کی ہے کچھ حادثات ہوئے۔ جھٹ ایسے سامان مہیا کر دیئے گئے۔ جن سے یہ حوادث رک سکیں اور قبل از وقت خبر ہو جائے دنیا میں جتنے سامان ہیں۔ وہ سب ضرورتوں نے پیدا کئے ہیں۔ اب جبکہ یہ حال ہے کہ ابتری حد سے بڑھ گئی ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ مصلح پیدا نہ ہو۔ حالانکہ اس سے پہلے سنت اللہ یہی تھی کہ اس قسم کی برائیوں کی اصلاح اللہ تعالےٰ اپنے مصلح کو بھیج کر کرتا ہے۔ تو اب وہ اس سنت کو کیوں چھوڑے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بہت سے فرقے ہو گئے ہیں مگر میرے نزدیک دہریّہ سب سے بڑھ کر خطرناک ہیں۔ دہریّت کی رگ سب اہل مذاہب میں پائی جاتی ہے اگر کسی میں زندہ ایمان ہو تو عمل کی تحریک بھی ہونی چاہیئے۔

رسول کو ماننے کے سوا توحید کامل نہیں ہوتی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا کے سوا کوئی عبادت نہیں۔ اور اس کے ساتھ یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ جہاں تک میں نے دیکھا اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ دوسروں کو اپنا شریک کر کے توحید پھیلاتا تو یہ بھی شرک ہے۔ خوب غور کرو محمد رسول اللہ لانے سے یہ مراد ہے کہ جو کچھ تمہیں ملتا ہے اسی راہ سے ملتا ہے۔ شرک اسی بات کا نام نہیں۔ کہ پتھروں یا انسانوں کی پرستش کی جائے۔ بلکہ ایک شرک فی الاسباب بھی ہے۔ ایک شخص جو خدا سے بڑھ کر کسی سبب کو سمجھ لے وہ بھی شرک ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اگر محمد رسول اللہ ساتھ نہ ہو تو توحید کامل ہی نہیں ہوتی۔ خدا را بخدا باید شناخت ایک مشہور مقولہ ہے **خدا کی طرف سے آنیوالا گویا خدا ہی ہوتا ہے**۔ انسانی گورنمنٹ کے طرف سے بھی جو مامور ہوتا ہے۔ نائب کہلاتا ہے یہ بعض بات کو آج ہم پیش کرتے ہیں۔ وہ کسی مذہب میں نہیں۔ عیسائی کفارہ کے قائل ہیں وہ عیسٰیؑ کو بھی خدا کہتے ہیں

اور روح القدس کو بھی یہودی بھی طرح طرح کے شرکوں میں مبتلا ہیں۔ ادھر آریہ بھی کہتے ہیں کہ جیو اور پرکرتی خود بخود چلے آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ نیستی سے ہستی ناممکن ہے جب مانتے ہیں کہ انسان کے ظاہری قویٰ خدا کی طرف سے ہیں تو کیا وہ جو روح میں قویٰ ہوں گے وہ خود بخود ہوں گے جب خود بخود تھے تو یہ جوڑنا جاڑنا خدا کے سپرد کیوں ہوا وہ معجزات جن سے خدا کا ثبوت ملتا ہے۔ ان کے تو یہ منکر ہیں۔ وید میں کسی معجزے کا ذکر نہیں پس بتاؤ کہ خدا کے وجود پر کیا نشانی رہ گئی ہے۔ اگر کہیں کہ صرف جوڑنا تو یہ ایک معمولی انسان بھی کرتا ہے۔

اسلام کی تعریف یہ بڑا فضل خدا کا ہے کہ خدا کی تعلیم اس قدر زبردست ہے کہ وہ قدرت کے قوانین کے خلاف نہیں کلمہ ایک قول ہے اور فعل کیا ہے بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ وَهُوَ مُحْسِنٌ[1] اب جب مان لیا تو کچھ کرنا بھی چاہیئے مان کر پھر عملی رنگ میں اس کو بجا نہ لانا ایسا ہے جیسے مرغ کے تمام پر توڑ دیئے جاویں۔ خدا تم سے کیا چاہتا ہے اسلام۔ جو بڑے ہیبتناک نظاروں کو دیکھ کر آگے سر ڈالنے کا نام ہے۔ دیکھو سپاہی وہ جانتا ہے کہ میں مارا جاؤں گا۔ مگر پھر بھی فرمانبرداری کی راہ سے شمشیر بکف میدان میں جاتا ہے۔ اس کا نام اسلام ہے۔

ایمان بغیر عمل کے کچھ نہیں صرف قول ہی نجات کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس قول کے ساتھ ابتلاء بھی ضروری ہے چنانچہ فرمایا۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْۤا اَنْ يَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (۲۹:۲) صدر اول کے مسلمان تھے۔ جنہوں نے اپنے عمل سے ثابت کیا۔ ہم مسلمان ہیں انہوں نے اسلام کی اشاعت میں اپنی زندگی وقف کر دی تھی یاد رکھو کہ کوئی دین ترقی نہیں کر سکتا۔ جب تک اس کے لئے روحانی قربانیاں نہ ہوں خدا کی رضامندی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک خدا کو مقدم نہ کر لیا جائے۔

اعمال پر نازاں نہ ہو معمولی نماز روزہ کیا چیز ہے۔ جو بطور عادت ادا کیا جائے مثنوی رومی میں ایک شعر ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ ہم اپنے کوٹھے میں غلہ بھرتے رہتے ہیں مگر کوٹھا نہیں بھرتا۔ آخر کوئی تو چوہا ہے جو اسے کھا رہا ہے۔ انسان کو اپنے اعمال پر نازاں نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اعمال حبط بھی ہو جایا کرتے ہیں نیکی کے ضائع کرنے کے واسطے ریاکاری ہے دیکھو چندہ چندہ ہوتا ہے اگر فخر کے ساتھ دیا جائے۔ تو سب

[1] (البقرہ ۲: ۱۱۲)

خیرات ضائع ہو جائے گی۔ وہ خدا کے لیے ہر گز نہ سمجھی جائے گی۔

ریاکاری سے بچو اس موقعہ پر مجھے ایک نقل یاد آئی ہے۔ ایک بزرگ نے بڑے مجمع میں بیان کیا کہ ہزار روپے کی ضرورت ہے ایک شخص نے اٹھ کر آگے رکھ دیا۔ اس بات پر جب اس کی بہت تعریف ہوئی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ چند منٹ کے بعد آکر کہا کہ حضرت مجھ سے بڑی غلطی ہوئی وہ روپیہ میری ماں کا تھا۔ اور وہ واپس طلب کرتی ہے۔ مجمع نے اسے بڑے لعن وطعن کی۔ کہ یہ بہانہ بناتا ہے۔ بناوٹ کرتا ہے دیکر پچھتایا اور یہ حیلہ گھڑ لیا۔ جب پہر رات گزر چکی تو وہی شخص بزرگ کے گھر پہنچا۔ اور پھر وہ روپیہ پیش کیا۔ اور کہا یہ روپیہ میں نے تعریفیں سننے کے لیے نہیں دیا تھا۔ آپ کو قسم ہے۔ خدا کی جو کسی کو بتلاؤ۔ بزرگ یہ سن کر رو پڑے واقعی جس میں ریاکاری ہو۔ وہ ایسا ہی ہے جیسے کسی پاک و مصفا و شیرین کھانے میں کتا منہ ڈال دے۔ سب سے بھاری آفت یہی ریاکاری ہے۔ جب دنیا کی ملونی ساتھ ہوتی ہے تو نیک اعمال پر ثمرات عمدہ مرتب نہیں ہوتے۔ انسان مکمل تو ہے نہیں پس جب انسان کا نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ تو وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ خیرات ہمیشہ خفیہ ہی دینی چاہیے۔ کیونکہ قرآن مجید میں دونوں طور پر جواز آیا ہے۔ مطلب تو یہ ہے کہ نفس کی ملونی نہ ہو بعض وقت علانیہ دینے میں یہ بات ہوتی ہے کہ اس سے ریس پڑتی ہے اس نیت سے علانیہ دینا بہت ثواب کا کام ہے۔ بلکہ جو اس کے پیچھے دیں۔ ان سب کا ثواب اس کو بھی ملے گا۔

اخلاص بڑی چیز ہے ہماری شریعت میں بہت سے باریک امور بیان کیے گئے ہیں۔ تا اخلاص کی قوت پیدا ہو جائے۔ یہ اخلاص کی قوت ایک موت ہے۔ بعض لوگوں کو ریاکاری اور عجب میں مزا آتا ہے مگر اخلاص والا ایسی باتوں سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ اسے اس سے کچھ غرض نہیں ہوتی کہ کوئی مجھے برا کہے یا اچھا وہ ایک ہاتھ سے کرتا ہے اور دوسرے کو خبر نہیں ہوتی یہ خیال نہ کرو کہ سو سال تک عبادت کرنے ہی سے نجات ہوتی ہے بلکہ خدا تو نکتہ نواز ہے وہ ایک نیکی سے بخش دیتا ہے صرف اخلاص چاہیے ابوبکر صدیق رضی ایک بوڑھی عورت کو جو کچھ کھا نہ سکتی تھی حلوا پکوا کر کھلا آتے تھے کسی کو خبر نہ ہوتی تھی۔ جس دن وہ فوت ہوئے اس نے کہا آج یقیناً ابوبکرؓ مر چکے۔ یہ اخلاص ہے اخلاص جیسی کوئی تلوار فتح کرنے والی نہیں مسجد میں یوں تو کئی نمازی ہوتے ہیں مگر ان میں سے بہت ہیں۔ جنہیں معرفت کا کچھ حصہ نہیں دیا گیا پیشانی میں نور ایمان نہیں کیونکہ ان میں اخلاص نہیں۔ وہ مسلمان ہیں صرف اسلئے کہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہو گئے ہیں۔

حقیقی نماز کیا ہے میں نماز کی تحقیر نہیں کرتا۔ بلکہ میں سمجھانا چاہتا ہوں۔ کہ وہ نماز جس کا نام خدا نے نماز رکھا ہے۔ وہ "معراج" ہے۔ یہ نماز پڑھنے والے جو ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ سورۂ فاتحہ کے کیا معنے ہیں۔ تو وہ نہیں جانتے۔ حالانکہ سورۂ فاتحہ میں جو تعلیم ہے۔ اس کے سامنے دنیا کی تمام تعلیمیں ہیچ ہیں۔ اُسے جنتر منتر کی طرح نہیں پڑھنا چاہیئے۔ میں نے اپنی جماعت کو بارہا سمجھایا ہے کہ اپنی زبان سے دعا کرنے میں ہرگز شرم نہ کرو۔ کوئی اردو میں دعا کرلے یا انگریزی میں سب جائز ہے مگر یہ ضرور ہے کہ خدا کا کلام اور ماثورہ دعائیں عربی میں پڑھی جاویں۔ یہ ضروری ہے کہ اگر اپنی نماز کوئی با حلاوت کرنا چاہتا ہے۔ اور اس میں ذوق پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تو چاہیئے۔ کہ اپنی زبان میں دعا کرے ورنہ نماز مرغے کی ٹھونگیں ہو جائے گی نماز کے بعد دعا کا کیا فائدہ ہے۔ جو دعا ہو نماز میں وہی کرنی چاہیئے۔ دعا میں تضرع ضروری ہے دعا جیسی کوئی چیز نہیں۔ خدا کے تمام فضلوں کی جاذب دعا ہے۔ نماز کا اصل بھی دعا ہی ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (۱۰۷: ۴-۵) ان نمازیوں کی تباہی جو نماز کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ پس نماز کے ماثورہ کلام کا سمجھنا نہایت ضروری ہے صحابہ تو عرب کے رہنے والے تھے۔ انکی ضرورت نہ تھی مگر ہمارے لئے ضروری ہے کہ اسے سمجھ کر نمازوں میں حلاوت پیدا کریں۔

عبادت میں اپنا ہی بھلا ہے ہماری عبادت کی خدا کو کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ وہ جو کچھ فرماتا ہے۔ انسان ہی کی بہتری۔ بہبودی اور اسی کو بلاؤں سے محفوظ رکھنے کے لئے ہے۔ لوگ اس قدر غفلت میں ہیں کہ دن بھی گزر جاتا ہے اور رات بھی مگر نہیں جانتے کہ خدا بھی ہے یہ بات سن لو۔ کہ دنیا فانی ہے بی بی بھی ہے بھائی بھی سب رشتہ دار ہیں۔ مال و دولت ہے یہ سب کچھ۔ لیکن جب تک خدا کو اپنی سپر نہیں بناتا تو کچھ بھی نہیں کاش یہ باتیں جو سچے دل سے کہی گئی ہیں۔ دلوں میں پڑ جاویں

ہر وقت دعا میں لگے رہو تضرع کا طریق اختیار کرو۔ یہ دن عیش سے گذارو یا خدا کی راہ میں تکلیف اٹھا کر آخر کار بخدا وند پس ہر وقت دعا کرتے رہنا چاہیئے تا دنیا کی آفات سے بچے رہو۔ ایمان سلامت رہے اور رضوان الٰہی حاصل ہو۔

قرب الٰہی کے حصول کے دو طریق رضوان و قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے سو دو ہی طریق ہیں ایک تو تشریعی احکام سے ترقی ہوتی ہے اسی لئے تشریعی تکالیف فرمائیں مگر یہ وہ تکلیف ہیں۔ جن سے انسان

بچ سکتا ہے دوسرے وہ تکالیف ہیں۔ جو خدا انسان کے سر پر ڈالتا ہے۔ کسی کے ہاتھ میں تازیانہ دے کر اسے کہا جائے کہ تو اپنے بدن پر آپ مار تو وہ حتی الامکان ایسا نہ کرے گا۔ کیونکہ انسان اپنے تئیں دکھ نہیں دینا چاہتا۔ پس جو تکالیف اختیار میں ہیں۔ ان سے بچ کر وہ منزل مقصود تک نہیں پہنچتا مگر جو تکالیف خدا کی طرف سے ہوں۔ وہ جب انسان پر پڑتی ہیں۔ وہ ان پر صبر کرتا ہے۔ تو اس کی ترقی کا موجب ہو جاتی ہیں۔ فرمایا۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالثَّمَرٰتِ (البقرہ) ۲: ۱۵۵

ہم آزماتے رہیں گے کبھی خوف سے کبھی نقصان مال سے کبھی نقصان جان اور ثمرات کی ناکامی سے دیکھو ایک شخص تخم ریزی کرتا ہے چھ ماہ کی محنت پر کھیتی سرسبز ہوتی ہے اوپر سے اولے پڑے سب کچھ تباہ ہو گیا یہ فقر و فاقہ ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میری طرف سے خوشخبری دیدے ایسے لوگوں کو جو کہتے ہیں۔ ہم تو اللہ کے ہو چکے یعنی وہ رضاء کے مقام میں ثابت قدم ہیں یہ انا للہ کہنا مسلمانوں کا ہی حصہ ہے۔ آریہ کیونکر کہیں کہ وہ سب کچھ خدا کی طرف سے نہیں مانتے۔

تکالیف شرعی وسماوی روحانی ترقیات کیلئے غرض کہ تکالیف دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ حصہ ہے جو احکام پر مشتمل ہے مگر اس میں بہانوں کی گنجائش ہے صوم و زکوٰۃ و صلوٰہ و حج جب تک پورا اخلاق نہ ہو انسان ان سے پہلو تہی کر سکتا ہے۔ پس اس کسر کو نکالنے کے لئے تکالیف سماویہ کا ورود ہوتا ہے تاکہ جو کچھ انسانی ہاتھ سے پورا نہیں ہوا۔ وہ خدا کی مدد سے پورا ہو جائے آریہ کہتے ہیں تکالیف کسی پچھلے کرم کی سزا میں ہیں ہم کہتے ہیں یہ آیندہ ترقیات کے لئے ہیں۔ ورنہ جب تپ کرنا بھی ایک سزا ہو گا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ کا۔ (البقرہ) ۲: ۱۱۲

اسلام کی اعلیٰ تعلیم کا نمونہ اسلام کیا ہے؟ بس گردن رکھ دینا یہ عبودیت کے مقام کا اعلیٰ درجہ ہے اور تمام اسلامی تعلیم کا لب لباب بھی یہی ہے پھر فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى[1] اللہ تعالےٰ عدل کا امر فرماتا ہے لوگوں سے عدل کرو۔ پھر اس سے ترقی کر کے احسان۔ احسان کیا ہے نیکی کر کے یہ خیال نہ کرنا کہ میں نے اس سے نیکی کی اور یہ کہ ایسے شخص سے نیکی کرے جو کوئی حق نہیں رکھتا۔ احسان میں یہ نقص ہوتا ہے کہ اگر وہ شخص جس سے احسان کیا گیا ہے کبھی کوئی

[1] (النحل) ۱۶: ۹۰

ایسی بات کرے جو اس کے خلاف طبع گزرے تو دل میں آجاتا ہے کہ نمک حرام ہے اور یہ احسان نمائی انسان کی فطرت میں مخفی ہے اس لئے اس کی اصلاح کے لئے فرمایا کہ اگر تم اعلیٰ درجہ کی نیکی کرنا چاہتے ہو تو ایسی نیکی کرو جیسی ماں بچے کے ساتھ کرتی ہے دیکھو ماں کی عمر بعض وقت پچاس ساٹھ سال ہوتی ہے اور وہ بچے کی بہت خدمت کرتی ہے حالانکہ اسے اس بات کی کوئی امید نہیں ہوتی۔ کہ اس کے بڑے ہونے تک میں زندہ رہوں گی اور یہ میری خدمت کرے گا۔ بلکہ محض بتقاضائے محبت ذاتی بچہ پیشاب کرے تو خود گیلی جگہ لیتی ہے اور اسے سوکھے میں لٹاتی ہے۔ بیمار ہو تو جاگتی رہتی ہے۔ کیا ان باتوں میں اسکو کسی ذاتی نفع کی امید ہے ہرگز نہیں پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ احسان کی منزل سے آگے ہمدردی بنی نوع انسان کی ایک منزل ہے جس میں مخلوق کی خدمت بلا کسی اپنی ذاتی منفعت کے کی جاتی ہے دوسری جگہ یہ فرمایا لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا[1] ہم نے تورات کو بھی دیکھا اور انجیل کو بھی مگر ایسی پاک اور کامل تعلیم کوئی نہ پائی ؎

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے　　　کوئی دین دینِ محمد سا نہ پایا ہم نے

اسلام میں مجدد کی بعثت اس زمانے میں تاریکی بہت ہے خدا کی بات پر عمل کرنے کے لئے جو قوت درکار ہے اس میں کمزوری ہے جب یہ حال ہو جاتا ہے تو خدا کی یہ قدیم سے عادت چلی آتی ہے کہ جب گناہ پھیلے اور پاپ بڑھ جائے تو ایمان تازہ کرنے کے لئے ایک مجدد مبعوث کرتا ہے یہ خدا ہی کے مبعوث کردہ شخص کا منصب ہے دنیا کے کسی سفلی مصلح کا یہ کام نہیں۔ دلوں پر قابو پانے والے ہتھیار خدا کے خاص بندوں کو دیئے جاتے ہیں۔

روحانی مصلح کو چراغ فرمایا نہ کہ آفتاب تاریکی کے زمانے میں روحانی مصلح مثل چراغ کے ہوتا ہے اسی لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو سراجاً منیرا کہا گیا ہے اس کو چراغ کہنے میں بھی بہت حکمت ہے چراغ والا اندر اندھیرے میں چلا جائے تو یکدم سب مکان جگمگا اٹھتا ہے پھر ایک کو اس کی طرف رغبت ہو جاتی ہے۔ پھر اس چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہو جاتے ہیں۔ اور اس پہلے چراغ میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا۔ آفتاب نہیں فرمایا کہ اس میں یہ بات نہیں کہ اس سے دوسرا آفتاب پیدا ہو۔

آنے والا آگیا یہ قانون قدرت ہے کہ جب زمانہ بدل جاتا ہے اور دنیا پر معاصی کا غلبہ ہو کر سخت دلی اور سیہ کاری پھیل جاتی ہے۔ تو خدائے تعالےٰ کی قدوسیت تقاضا فرماتی ہے کہ کسی کو اپنی طرف سے علم دے

[1] (الدھر) ۷۶ : ۹

کو معرفت عطا کرتا ہے اس کے کلام میں تاثیر رکھ دیتا ہے مگر اس تاثیر سے یہ مراد نہیں کہ ہر ایک کو تاثیر ہو دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک میں بڑی تاثیر تھی۔ مگر اس سے فائدہ صدیق نے اٹھایا۔ ابوجہل نے کچھ فائدہ نہ اٹھایا

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست   در باغ لالہ زائد و در شورہ بوم خس

عادت اللہ اسی طرح پر ہے جو میں پیش کرتا ہوں۔ یہ کوئی نرالی بات نہیں آدم سے لے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک برابر وحی ہوتی رہی یہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مجدد پیدا کرنے کا وعدہ ہے تجدید اسے کہتے ہیں کہ کپڑا میلا کچیلا ہو اور پھر اسے خوب دھویا جائے حتیّٰ کہ اس میں ذرا میل نہ رہے اور بالکل نیا بن جاوے اسی طرح ایمان جب کمزور ہو جائے اور عملی مفسدے بڑھ جائیں تو ایک شخص آتا ہے۔ جو ان فسادوں کو دور کر دیتا ہے اور قوت ایمانی پیدا کرتا ہے۔ یہ وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر خدا نے دیا جو ہر صدی میں پورا ہوتا رہا چنانچہ اس چودھویں صدی میں بھی اسی وعدہ کے مطابق آنے والا آگیا۔ ۲۵ برس گزر چکے مگر یہ ابھی تک انہی بدظنیوں میں ہیں۔

اپنی نسبت چند غلط فہمیوں کا ازالہ اب تک یہ مشہور کر رکھا ہے میں پیغمبروں کو گالیاں دیتا ہوں سنو میرے نزدیک وہ بڑا ہی خبیث۔ ملعون اور بد ذات ہے جو خدا کے برگزیدہ و مقدس لوگوں کو گالیاں دے۔

دوسرا الزام پھر کہتے ہیں کہ میں معجزات سے منکر ہوں حالانکہ میرا تو یہ مذہب ہے کہ جس دین میں زندہ معجزات نہیں وہ دین قائم رہ سکتا ہی نہیں عقلی دلیل سے کوئی کہاں تک قائم رہ سکتا ہے جب تک خدا کی خاص تائید و نصرت شامل حال نہ ہو اگر خدا نے پہلے کام کئے تو اب بھی کرے گا کیا بات ہے کہ اسنے پہلے زمانے میں خوارق دکھائے مگر اب نہیں دکھا سکتا۔ کیا خدا بڑھا ہو گیا کیا اسکا تصرف جاتا رہا۔ جو اب وہ پہلے زمانہ کی طرح نہیں کر سکتا۔

زندہ اسلام صرف احمدیت میں ہے سنو! میں اس بات میں صاحب تجربہ ہوں جیسے پہلے نشان ظاہر ہوتے تھے اب بھی ویسے ہی نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسے پہلے وحی والہام سے بعض عباد مخصوص ہوتے تھے۔ اب بھی ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے جس دین میں وحی الہام کا سلسلہ نہیں وہ مردہ ہے۔ اگر یہ دین مردہ ہے تو تم کس دین کو لیکر مزوری قوموں میں تبلیغ کرتے ہو۔ کیا مردہ مردے کو اٹھا سکتا ہے

کیا اندھا اندھے کی رہنمائی کر سکتا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ دین اسی طرح زندہ ہے جس طرح نبی کریم کے وقت تھا۔ ہمارا خدا اسی طرح زندہ ہے۔ جس طرح کہ وہ پہلے تھا۔ اگر کوئی ایسا ہے کہ وہ مردہ دین اور مردہ خدا کو پسند کرتا ہے تو کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں صحیح نہیں مانتا تو نہ مانے وہ مسلمان کیسا ہے۔

قیامت تک ہادی اور اس زمانے کا مصلح مسیح | خدا تعالیٰ نے ایک قوم کو اپنے لئے چن لیا۔ اور انہیں منزلِ مقصود تک پہنچانے کا وعدہ کیا۔ اب کیا یہ مناسب ہے اور یہ اس کی شان کے مطابق کہ ہمیں رستے میں چھوڑ دیتا مثلاً ایک شخص نے وعدہ کیا کلکتہ میں پہنچا دینے کا اب اسے پورا نہ کرے تو کیسی بری بات ہے انسان خدا کے حضور اندھے کی طرح ہے وہ اسے اپنی رہنمائی سے منزل مقصود تک پہنچائے گا۔ اور قیامت تک ہادی بھیجتا رہے گا۔ قرآن شریف میں اسی لئے لیستخلفنہم آیا ہے جس سے قیامت تک خلفاء کی بعثت ثابت ہے میں بھی اسی وعدہ کے مطابق آیا۔ اس لئے موعود کہلایا میں مسیح بھی ہوں مگر نہ بطور تناسخ بلکہ بات یہ ہے کہ اخیر زمانہ میں اللہ کو معلوم تھا یہ امت عیسائیوں و یہودیوں کی طرح ہو جائے گی اور ان کا ایمان حلق تک رہ جائے گا اس لئے غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ دعا سکھائی پس مصلح کا نام بھی مسیح ہونا چاہیئے بات تو صرف یہ ہے مگر یہ لوگ میری سخت مخالفت کرتے ہیں۔

تیسرا الزام | اور کہتے ہیں کہ یہ مسیح کو کیوں مردہ کہتا ہے کسی کا کتا مر جائے یا بلی رکھی ہوئی بھی مر جائے تو افسوس ہوتا ہے۔ مگر کیا یہ ماتم نہیں کہ دین مردہ ہو گیا۔ کیا یہ سچ ہے کہ جو کچھ تھا وہ پیچھے رہ گیا اب آگے کچھ نہیں۔

چوتھا الزام | یہ الزام کہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں اور مجھے فکر پڑی ہوئی ہے کہ میں الگ قبلہ بنالوں اور نئی شریعت ایجاد کروں۔ ان تہمتوں کا جواب بجز لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور کیا دوں۔

میری نبوت سے کیا مراد ہے؟ | میرا دعویٰ تو صرف یہ ہے کہ چونکہ دین زندہ ہے اس لئے ہر صدی کے سر پر موجودہ مفاسد کے لحاظ سے مصلح پیدا ہوتا ہے۔ جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے جب خدا کسی سے بکثرت ہمکلام ہو اور اپنی غیب کی باتیں کثرت سے اس پر ظاہر کرے تو یہ نبوت ہے مگر یہ حقیقی نبوت نہیں نباء کا لفظ خود اس پر شاہد ہیں۔ انباء کے معنے ہیں۔ خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنا میرا ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر میں نبی ہوں تم جسے مکالمہ الہٰی کہتے ہو ہم اسے نبوت کہہ لیتے ہیں۔ یہ لفظی نزاع ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ اگر اسلام میں نبوت (خدا سے الہام و اعلام پانا) نہیں تو پھر آپ لوگوں کے پاس کوئی مابہ الامتیاز نہیں اور آپ کوئی نصرت الہٰی کا نشان نہیں دیکھ سکتے۔ جس باغ میں آبپاشی نہ ہو وہ آخر ویران ہوگا۔ جس دین میں وحی نہیں۔ وہ بھی ایک دن تباہ ہوگا۔ حضرت مجدد سرہندی بھی ایسے مکالمہ کے قائل ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی خدا سے خبر پاکر پیشگوئی کرتا ہے تو اسے عربی میں نبوت کے سوا اور کیا کہیں گے۔ تعجب ہے کہ جب وحی بات پنجابی میں کہی جائے تو مانتے ہیں۔ اور جب پنجابی کی بجائے عربی لفظ اختیار کیا جائے تو نہیں مانتے اگر یہ تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟

میرا کام کیا ہے؟ اب میں اپنی تحریر کو ختم کرتا ہوں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ خدا نے ہمیں تجدید دین کے لئے بھیجا ہے تاہم تازہ نشانوں کے ساتھ دین کو تازہ کریں۔ اگر خدا مجھے نہ بھیجتا تو آخر یہ دین بھی دیگر ادیان کی طرح قصوں کے رنگ میں رہ جاتا یہ یقیناً سمجھو کہ جو خدا کی طرف سے آتا ہے وہ کبھی نابود نہیں ہو سکتا۔

میری صداقت کا نشان میں دیکھتا ہوں ہزاروں دشمن ہیں۔ جو ہم پر افترا کرتے و بہتان باندھتے ہیں اور بجائے اس کے کہ خدا کے مرسل کی تائید کرتے لعنت سے کام لیتے ہیں۔ کیا ان کے لئے یہ نشان کافی نہ تھا کہ ایک زمانہ تھا۔ جب میرے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ اور اب چار لاکھ سے زیادہ میرے مرید ہے اصل بات یہ ہے کہ جب سمجھدار لوگ حق سمجھ لیتے ہیں۔ تو دوسرے خود بخود مان جاتے ہیں۔ اور جو نہیں مانتے وہ ذلیل ہوتے ہیں۔ لیظھرہ علی الدین کلہ کے یہی معنے ہیں۔

آنے والا عیسیٰ امت محمدیہ میں سے ان لوگوں کے دلوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہرگز عزت نہیں جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہے اور وہ افضل الانبیاء مکہ میں مدفون ہے اتنا نہیں سوچتے کہ اگر وہی عیسیٰ آتے تو پھر تو وہ خاتم الانبیاء ہو گیا اگر کوئی کہے کہ تم بھی نبوت کے مدعی ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں ویسا نبی نہیں ہوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام براہ راست خدا کے نبی تھے۔ اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور فیوض سے ہے پھر وہی عیسیٰ کیونکر آسکتا ہے جب کہ سورہ نور میں جو آیۃ استخلاف ہے اس میں وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ (۲۴:۵۵) لکھا ہے۔ اور

صحیح بخاری میں بھی امامکم منکم ہے پھر عیسیٰ علیہ السلام تو فوت ہو چکے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم انہیں معراج کی رات مُردوں میں دیکھ چکے جو بہشت میں ہوں انہیں زندوں سے کیا تعلق۔

میرا انکار نبی کریم کا انکار ہے جس بات پر خدا نے اپنے قول سے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل سے شہادت دیدی اس سے انکار کرنا دراصل میری تکذیب کرنا نہیں۔ میں کیا ہوں اور میری تکذیب کیا دراصل یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے باقی رہے الزام جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں سو میں ان کی تردید کر چکا۔

صرف مسیح اور اس کی ماں ہی مس شیطان سے پاک نہیں مجھے تو بار بار افسوس آتا ہے کہ ایک مومن کا بدن تو یہ کہنے سے کانپ جاتا ہے کہ سوا حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں کے مس شیطان سے کوئی پاک نہیں کیا آنحضرت صلعم بھی پاک نہ تھے میں ایسے شخص کو مسلمان کیونکر کہوں جب کہ ایک آریہ بھی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوتر نہ تھے۔ مجھے تو ان دونوں میں کچھ فرق معلوم نہیں ہوتا۔

مجھے کافر کیوں کہتے ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ ہمیں تو اپنا رسول پیارا ہے ہم عیسیٰ کو کیا کریں اور اسکی زندگی ہمارے کس مصرف کی جب ہمارا سید و مولیٰ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم وفات پا چکا بس یہ بات ہے جس پر ہمیں کافر کہا جاتا ہے دجّال کہا جاتا ہے اور یہ کہ جو اس کے ساتھ مصافحہ کرے ملاقات کرے وہ بھی کافر ہے مجھے افسوس آتا ہے کہ میں نے ان لوگوں کا کیا بگاڑا ہے یہی کہ میں کہتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی زندہ نبی ہیں۔ اور ان کا فیض نبوت قیامت تک جاری ہے آپ ذرا اپنے بھائیوں سے دریافت کریں۔ کہ میں نے کیا گناہ کیا ہے۔ جو مجھ سے اس قدر سختی کی جاتی ہے اس قدر گالیاں دیتے ہیں جو بڑے سے بڑے چماروں سے بھی سبقت لے گئے ہیں۔ انسان بھیڑوں کی طرح ہیں وہ ریوڑ خطرے میں ہے جس کا کوئی گلہ بان نہیں۔ پس مصلح کا وجود ضروری ہے جو پیچیدہ مسائل کو صاف کرے اور دوسرے ادیان پر اتمام حجت۔

اسلام میرے سلسلہ کے ذریعے ترقی کرے گا دیکھو ایک زمانہ تھا جب پادری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتے ہیں کہ انہوں نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ اب یہی پادری ہیں کہ ہمارے سامنے نہیں آتے۔ حالانکہ ہم ڈنکے کی چوٹ کہہ رہے ہیں کہ آؤ اسی نبی کا ایک غلام تمہیں معجزہ دکھانے کو تیار ہے

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (۱۵: ۹) کا وعدہ اس بات کا مقتضی ہے کہ خدا ایسا انتظام کرتا۔ کیونکہ اسلام اس وقت بیرونی اندرونی ہر دو حالتوں کے اعتبار سے خوش کن نہیں کسی شخص کے گھر میں بوٹا ہو تو وہ اسے پانی دیتا ہے۔ پس کیا خدا تعالیٰ اپنے حبیب کے لگائے ہوئے پودے کو یوں ہی چھوڑ دیتا۔ یاد رکھو کہ اسلام انہی راہوں سے ترقی کرے گا جن سے اس نے پہلے کی یہ خشک منطق اس کی ترقی کے لئے کسی کام کی نہیں۔

خاتمۂ کلام اے صاحبان! یہ وہ باتیں ہیں جن کے لئے خدا نے مجھے بھیجا ہے میں جانتا ہوں کہ اس مجلس سے کئی لوگ ایسے اٹھینگے۔ جو وہی دل اور وہی سینہ لے جاویں گے۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ آسمانی کاروبار کا مقابلہ کرنا دانشمندی نہیں بلکہ اپنے ہاتھوں سے اپنے تئیں ہلاک کرنا ہے۔ اگر ایک چپڑاسی کی بھی کوئی ہتک کرے تو گورنمنٹ اس سے سخت بازپرس کرتی ہے تو وہ جو خدا احکم الحاکمین کی طرف سے آتا ہے اس کو دکھ دینے والے سزاؤں سے محفوظ رہ سکتے ہیں؟

میں مفتری نہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر یہ کاروبار انسان کا ہے تو تمہیں اس کے خلاف کوشش کرنے کی ضرورت نہیں۔ خود بخود بگڑ جائے گا کیونکہ وہ فرما چکا ہے۔ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَىٰ (۲۰: ۶۱) جو غیور خدا اپنے پیارے نبی کی نسبت فرماتا ہے کہ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ[1] اگر یہ ہم پر افترا کرتا تو اس کی رگ جان کاٹ دیتے اسے ایک مجھ سے ادنیٰ کی کیا پروا تھی۔ جس کے لئے ایک چھری کافی تھی اگر میں جھوٹا ہوتا تو کبھی کا ہلاک ہو گیا تھا۔

مسیح موعودؑ کی آخری تقریر

جو ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء عصر کو فرمائی

میں یہ کہتا ہوں کہ اگر وحی والہام نہ بھی ہوتا۔ تو بھی میرا ضمیر قبول نہیں کرتا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تم خود غور کر کے دیکھ لو کہ دو ایسی سخت مخالف قوموں کا جو ایک دوسرے کی سخت دشمن اور خون کی پیاسی ہیں، اتفاق کسی ایک امر پر معنی نہیں ہو سکتا۔ دیکھو یہودی اور عیسائی دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح صلیب پر دیا گیا۔ پس صلیبی واقعہ کا ہم کیونکر انکار کر سکتے ہیں۔ تواتر سے جو بات

[1] (الحاقۃ ۶۹: ۴۵-۴۷)

ثابت ہو اس کو ضرور ماننا پڑتا ہے۔ پھر خدا کو ایسی کیا ضرورت پڑی تھی۔ کہ ایک شخص کو دنیا پر معمولی لوگوں سے بچانے کے لیے آسمان پر چڑھا لے جائے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جب ہجرت کرنی پڑی۔ تو انہیں غار میں پناہ دی مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ عیسےٰ میں کیا خصوصیت تھی۔ جو اسے آسمان پر چڑھا لے گیا۔ جو شخص ایسا خلاف سنّت دعویٰ کرتا ہے۔ بارِ ثبوت اسی کے ذمّہ ہے ہم تو قرآن میں بھی پڑھتے ہیں کہ عیسیٰ فوت ہو چکا توفّی کے معنی مع جسم عنصری اٹھایا جانا کہیں بھی نہیں پائے جاتے میں نے تلاش کر کے دیکھا ۳۰۰ مرتبہ صحاح ستہ میں توفّی کا لفظ آیا مگر سب میں اس کے معنی موت کے ہیں۔ بس خدا جانے کہ ان علماء کو کیا ہو گیا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ موت کا لفظ نہیں سن سکتے کوئی طالب ہو تو اس کے لیے یہی کافی ہے جو شخص محض ضد سے کام لیتا ہے ہمیں اس کو دیکھتے ہی شقاوت کی بدبو آجاتی۔ پس ہم بات کو بڑھا کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہئیے اچھی طرح سن لو جس بات پر مجھے حق نے قائم کیا ہے اور اپنی متواتر وحی سے اطلاع دی ہے وہ یہی ہے جو میں نے بیان کیا۔ عیسیٰ کی حیات کا عقیدہ ایسا گندہ ہے کہ اس سے لاکھ مسلمان مرتد ہو چکا۔ ابھی ہمارے علماء کو سمجھ نہیں آتی عیسائیوں نے خدا کے بیٹے ہونے کی ایک دلیل پیش کی کہ وہ بے باپ پیدا ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے فوراً اس کی تردید کی کہ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ[1] پس ایسا ہی زندہ آسمان پر موجود ہونے کو عیسائی دلیل ابن اللہ ہونے کی قرار دیتے ہیں۔ اس کی مثال کیوں نہ بیان کی۔ تا عیسیٰ کسی بات میں وحدہٗ لاشریک نہ ٹھہرے۔ تم عیسیٰ کو مرنے دو اس میں اسلام کی حیات ہے ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اسلام میں وحی و الہام کا سلسلہ نہیں تو اسلام مر گیا۔

درخواست بیعت

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیّٖن محمد المصطفےٰ وعلی المسیح الموعود خاتم الاولیاء۔ اما بعد مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیۃ ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں۔ کہ اول المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب جو ہم سب میں سے اعلم اور اتقی ہیں۔ اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوہ حسنہ قرار فرما چکے ہیں جیسا کہ آپ کے شعر

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے ہمیں بودے اگر ہر یک پراز نور یقیں بودے

[1] آل عمران ۳: ۵۹

سے ظاہر ہے کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئی ممبر بیعت کریں۔ اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی موعودؑ کا تھا اس کے نیچے معتمدین صدر انجمن وغیرہم کے دستخط ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیحؑ کی پہلی تقریر

بعد کلمہ شہادت واستعاذہ آپ نے آیت وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ ۔۔۔ ف يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۳:۱۰۴) پڑھی اس کے بعد فرمایا۔

سنۃ الٰہی متعلق وفات انبیاء

میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں۔ جو ابدی اور ازلی ہمارا خدا ہے ہر ایک نبی جو دنیا میں آتا ہے۔ اس کا ایک کام ہوتا ہے جو کرتا ہے جب کر چکتا ہے خدا تعالیٰ اسکو بلا لیتا ہے حضرت موسیٰ کی نسبت یہ بات مشہور ہے کہ وہ بھی بلاد شام میں نہیں پہنچے تھے کہ رستے میں ہی فوت ہوگئے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قیصر وکسریٰ کی کنجیوں کا ذکر فرمایا کہ مجھے دکھی ہیں مگر آپ نے وہ کنجیاں (چابیاں) نہ دیکھیں کہ چل دیئے۔ ایسی باتوں میں اللہ تعالیٰ کے مخفی اسرار ہوتے ہیں۔ یہاں بھی بہت سے لوگ تعجب کریں گے کہ پیشگوئیاں کی تھیں۔ وہ بھی پوری نہیں ہوئیں۔

پیشنگوئیاں کس طرح پوری ہوا کرتی ہیں

میرے خیال میں یہ اللہ کی سنت ہے کہ وہ بتدریج کام کرتا ہے اور پھر جسے مخاطب کرتا ہے کبھی اس سے مراد اس کا مثیل بھی ہوتا ہے۔ پہلے پارہ میں فرمایا کہ تم نے موسےؑ سے پانی مانگا۔ اور ایسا ہی اور جگہ فرمایا۔ حالانکہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب وہ لوگ نہ تھے۔ پس خدا کی باتیں رنگ برنگ شکلوں میں پوری ہوتی ہیں۔ اسی طرح اللہ کی یہ بھی سنۃ ہے کہ بعض مواعید الٰہیہ کسی دوسرے وقت پر ملتوی کئے جاتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ يَعِدُكُمْ[1] اس بعض الذی پر خوب غور کرو کہ اس میں بھی یہی سر تھا کہ تمام وعدے نبی کی زندگی میں پورے ہونگے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یعد ولا یوفی یعنی بعض دفعہ خدا وعدہ کرتا ہے مگر پورا نہیں کرتا نادان سمجھتا ہے کہ اسنے وفا نہیں کی حالانکہ مناسب وقت پر وہ وعدہ یا اس کی مثل پورا ہو جاتا ہے۔

[1] (المؤمن) ۴۰ : ۲۸

امامت کی خواہش نہیں میری پچھلی زندگی پر غور کرلو۔ میں کبھی امام بننے کا خواہشمند نہیں ہوا مولوی عبدالکریم مرحوم امام الصلوٰۃ بنے تو میں نے بہاری ذمہ واری سے اپنے تئیں سبکدوش خیال کیا تھا میں اپنی حالت سے خوب واقف ہوں اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ واقف ہے میں دنیا میں ظاہر واری کا خواہشمند نہیں میں ہرگز ایسی باتوں کا خواہشمند نہیں اگر خواہش ہے تو یہ کہ میرا مولےٰ مجھ سے راضی ہو جائے اس خواہش کے لئے میں دعائیں کرتا ہوں۔ قادیان بھی اسی لئے رہا اور رہتا ہوں اور رہوں گا۔ میں نے اس فکر میں کئی دن گزارے کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہوگی۔ اسی لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔ حضرت صاحب کے اقارب میں اس وقت تین آدمی موجود ہیں۔ اول میاں محمود احمدؐ وہ میرا بھائی بھی ہے میرا بیٹا بھی اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت کے ادب کا مقام ہیں۔ تیسرے قریبی نواب محمد علی خان صاحب ہیں۔ اسی طرح خدمت گزاران دین میں سے سید محمد احسن صاحب نہایت اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے ہیں۔ سید بھی ہیں۔ خدمات دین میں بھی ایسے ایسے کام کئے ہیں کہ میرے جیسا انسان شرمندہ ہو جاتا ہے۔ آپ نے ضعیف العمری میں بہت سی تصانیف حضرت کی تائید میں کیں۔ یہ ایسی خدمت ہے جو انہی کا حصہ ہے۔ بعد اس کے مولوی محمد علی صاحب ہیں جو ایسی خدمات کرتے ہیں۔ جو میرے وہم گمان میں بھی نہیں آسکتیں۔ یہ سب لوگ موجود ہیں۔ باہر کے لوگوں میں سید حامد شاہ اور مولوی غلام حسن ہیں۔ اور بھی کئی اصحاب ہیں۔

یہ ایک بڑا بوجھ ہے خطرناک بوجھ ہے اس کا اٹھانا مامور کا کام ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس سے خدا کے عجیب در عجیب وعدے ہوتے ہیں۔ جو ایسے دکھوں کے لئے جو بیٹھ توڑ دیں عصا بن جاتے ہیں۔ موجودہ حالت میں سوچ لو۔ کیسا وقت ہے جو ہم پر آیا ہے۔ اس وقت مردوں عورتوں بچوں کے لئے ضروری ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں۔ اور اس وحدت کے لئے ان بزرگوں میں سے کسی کی بیعت کرلو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں میں خود ضعیف ہوں۔ بیمار رہتا ہوں۔ پھر طبیعت مناسب نہیں اتنا بڑا کام آسان نہیں حضرت صاحب کے ساتھ چار کام تھے۔

۱۔ ایک ان کی اپنی عبودیت دوم کنبہ پروری سوم مہمان نوازی چہارم اشاعت اسلام جو ان کا اصل مقصد تھا۔ ان چار کاموں میں سے ایک سے ہم سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ وہ آپکی عبودیت تھی۔ جو

ان کے ساتھ رہے گی۔ آپ نے جیسے اس جہان میں خدمتیں کیں۔ ایسے ہی بعد الموت کریں گے باقی تین کام ہیں ان میں سے اشاعت اسلام کا کام بہت اہم اور نہایت مشکل ہے اس وقت دہریت کے علاوہ اندرونی اختلاف بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے اختلاف کے مٹانے کے لئے ہماری جماعت کو منتخب کر لیا ہے تم آسان سمجھتے مگر بوجھ اٹھانے والے کے لئے سخت مشکل ہے۔ پس میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جن عمائد کا نام لیا ہے۔ ان میں سے کوئی منتخب کر لو۔ میں تمہارے ساتھ بیعت کرنیکو تیار ہوں۔ اگر تم میری بیعت کرنا چاہتے ہو۔ تو سن لو کہ بیعت بک جانیکا نام ہے۔ ایکدفعہ حضرت نے مجھے اشارۃً فرمایا۔ کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا۔ سو اسکے بعد میری ساری عزت اور سارا خیال انہی سے وابستہ ہو گیا۔ میں نے کبھی وطن کا خیال تک نہیں کیا۔ پس بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے ایک شخص دوسرے کے لئے اپنی تمام حریت اور بلند پروازیوں کو چھوڑ دیتا ہے اسی لئے اللہ نے اپنے بندے کا نام عبد رکھا ہے۔ اس عبودیت کا بوجھ اپنی ذات کے لئے مشکل سے اٹھایا جاتا ہے کوئی دوسرے کیلئے کیا اور کیونکر اٹھائے۔ طبائع کے اختلاف پر نظر کر کے یکرنگ ہونے کیلئے بڑی ہمت کی ضرورت ہے۔ میں تو حضرت صاحب کے کاموں میں حیران ہوتا ہوں۔ کہ اول بیمار پھر اس قدر بوجھ نثر نظم تصنیف دیگر ضروری کام ادھر میں حضرت صاحب کے وہاں تائیدات روزانہ موجود یہاں میری حالت ناگفتہ بہ اسی لئے فرمایا فاصبحتم بنعمتہ اخواناً۔ کہ یہ سب کچھ خدا کے فضل پر موقوف ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت میں ایک بڑا امر پیش کرتا ہوں۔ کہ جناب ابوبکرؓ کے زمانے میں عرب میں ایسی بلا پھیلی تھی کہ سوا مکہ اور مدینہ اور جواثہ کے سخت شور و شر اٹھا مکہ والے بھی مرتد ہونے لگے۔ مگر وہ بڑی پاک روح تھی۔ جس نے انہیں کہا کہ اسلام لانے میں تم سب سے پیچھے ہو۔ مرتد ہونے میں کیوں پہلے بنتے ہو۔ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے باپ کے اوپر جو پہاڑ گرا ہے وہ کسی اور پر گرتا تو چور چور ہو جاتا۔ پھر بیس ہزار کی جماعت مدینہ میں موجود تھی اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم دے چکے تھے۔ کہ ایک لشکر روانہ کرنا ہے۔ پس اس کو بھیج دیا۔ ادھر اپنی قوم کا یہ حال تھا۔ مگر آخر خدا نے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھایا۔ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ[1] کا زمانہ آگیا اس وقت بھی اس قسم کا واقعہ پیش آیا ہے میں چاہتا ہوں کہ دفن ہونے سے پہلے تمہارا کلمہ ایک ہو جائے۔ نبی کریم صلعم کے بعد ابوبکرؓ کے زمانہ میں صحابہ کرام کو بہت سی مساعی جمیلہ کرنی پڑیں۔ سب سے پہلا اہم

[1] النور: ۲۴ : ۵۵

کام جو کیا وہ جمع قرآن ہے اب موجودہ صورت میں جمع یہ ہے اس پر عملدرآمد کرنیکی طرف خاص توجہ ہو۔

پھر حضرت ابوبکرؓ نے زکوٰۃ کا انتظام کیا۔ یہ بڑا عظیم الشان کام ہے انتظام زکوٰۃ کے لئے اعلیٰ درجہ کی فرمانبرداری کی ضرورت ہے۔

پھر کنبہ کی پرورش ہے غرض کئی ایسے کام ہیں۔

خلیفۃ المسیح اب تمہاری طبیعتوں کے رخ خواہ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی۔ اگر یہ بات تمہیں منظور ہو تو میں طوعًا وکرہًا اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں۔

وہ بیعت کے دس شرائط بدستور قائم ہیں۔ ان میں خصوصیت سے میں قرآن کو سیکھنے اور زکوٰۃ کا انتظام کرنے واعظین کے بہم پہنچانے اور ان امور کو جو وقتاً فوقتاً اللہ میرے دل میں ڈالے کو شامل کرتا ہوں۔ پھر تعلیم دینیات۔ دینی مدرسہ کی تعلیم میری مرضی اور منشاء کے مطابق کرنا ہوگا۔ اور میں اس بوجھ کو صرف اللہ کیلئے اٹھاتا ہوں جس نے فرمایا وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ[له] یاد رکھو کہ ساری خوبیاں وحدت میں ہیں۔ جس کا کوئی رئیس نہیں وہ مردہ ہے فقط۔

ہمارا مذہب کیا ہے؟ (نوشتہ خلیفۃ المسیح)

مختصراً عرض ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

۱۔ اللہ تعالیٰ تمام صفات کاملہ سے موصوف اور ہر قسم کے عیب ونقص سے منزہ ہے اپنی ذات میں یکتا اور صفات میں بے ہمتا اپنے افعال میں لیس کمثلہ اور اپنے تمام عبادات میں وحدہٗ لاشریک۔

۲۔ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور ان پر ایمان لانا لابد ہے (۳) تمام کتب الٰہیہ

۴۔ تمام رسولوں اور نبیوں۔

۵۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المکی والمدنی محمد بن عبداللہ ابن آمنہ خاتم النبیین رسول رب العالمین ہیں۔ اور آپ پر جو کتب نازل ہوئی کیا معنے اس پر اور ان تمام چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے قرآن کریم بلا تحریف وتبدیل وکمی وزیادتی کے اسی ترتیب موجودہ پر ہم کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا۔

له (العمران) ۳ : ۱۰۴

۶۔ تقدیر کا مسئلہ حق ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام اشیاء جو ہیں۔ اور جو ہوں گی۔ اور جو ہو چکیں سب اللہ تعالیٰ کو اتم واکمل طور پر علم ہے۔ جزئیات کا بھی وہ عالم ہے۔ اور نیکی کا ثمرہ نیک اور بدی کا نتیجہ بد ہوتا ہے جیسے کوئی کرتا ہے ویسا ہی پاتا ہے۔ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ (الشوریٰ ۴۲ : ۳۰)

۷۔ بعد الموت نفس کو بقاء ہے قبر سے لیکر حشر و نشر۔ صراط۔ جہنم و بہشت کے واقعات جو کچھ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ سب صحیح ہیں۔

۸۔ صحابہ کرام کو ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معاویہ و مغیرہ رضی اللہ عنہ تک۔ کسی کو برا نہیں کہتے اور نہ دل میں ان کی نسبت بد اعتقاد ہیں۔ اہلبیت کو بدل اپنا محبوب و پیارا الیقین کرتے ہیں تمام بیبیاں حضرت نبی کریم کی حضرت خدیجہ و عائشہ سے لیکر اور تمام خاندان نبوت علیؓ اور امام حسن سبط اکبر اور امام حسین سبط اصغر شہید کربلا۔ اور ان کی والدہ بتول زہرہ سیدۃ النساء اہل الجنت سب کو اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ گروہ بدل یقین کرتے ہیں۔ صلوۃ اللہ و سلامہ علیہم اجمعین۔

اولاد امجاد مولیٰ مرتضیٰ علیہ السلام کو علی بن حسین زین العابدین اور محمد باقر العلوم اور جعفر الصادق سے لیکر زید بن علی اور اولاد صادق علیہ السلام میں حسن عسکری تک سب کو علماء باعمل اور ائمہ دین مانتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ۔ مالک۔ شافعیؒ اور احمدؒ کو آئمہ فقہاء سے بخاری و مسلم۔ ابو داؤد اور نسائیؒ کو ائمہ محدثین سے خواجہ معین الدین چشتی اور شیخ عبدالقادر جیلانی خواجہ نقشبندی شیخ احمد سرہندی۔ شیخ شہاب الدین سہروردی ابوالحسن الشاذلی کو ائمہ تصوف اس لئے ان کو مکرم معظم واجب التعظیم اعتقاد کرتے ہیں۔ کتاب و سنت پر ان کا عمل ہے اگر بتصریح وہاں مسئلہ نہ ملے۔ تو فقہ حنفیہ پر اس ملک میں عمل کر لیتے ہیں۔ اور اسی لئے ہی سفر میں گیارہ رکعت فرض اور حضر میں سترہ رکعت فرض اور تین رکعت وتر کے علاوہ بیس رکعت رواتب اور بعض چالیس رکعت تک پڑھتے ہیں۔ ہر رکعت میں الحمد اور کچھ حصہ قرآن شریف کا اور رکوع و سجود میں تسبیح و تحمید اور تشہد میں التحیات وصلوٰۃ و سلام و دعا پڑھتے ہیں۔ تمام رمضان شریف کے روزے رکھتے ہیں۔ چاندی میں ۵۲ تولہ چاندی پر چالیسواں حصہ اور ۷ تولہ سونے پر ۲ ماشہ زکوٰۃ اور بارانی زمین پر عشر اور نہری و چاہی زمین پر بیسواں

حصہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور حج بیت اللہ کرتے ہیں۔ فضائل میں ترقی اور رذائل سے بچنے میں لگے رہتے ہیں۔ مرزا

دریں رہ گر کشندم ور بسوزند   نتابم رو ز ایوان محمدؐ

پر ہر ایک کا عمل ہے باایں ہمہ۔

لوگ اور آپ ہم پر کیوں خفا ہیں؟

۱۔ اس لئے کہ مرزا نے دعویٰ مکالمہ الہیہ کا کیا مگر اس دعویٰ کی بنا اس پر تھی کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے صفات میں الآن کما کان ہے پس اگر وہ پہلے کسی سے بولتا اور کلام کرتا تھا۔ تو اب وہ کیوں نہیں بولتا؟ اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (۱: ۶-۷) دعاء کر الٰہی انبیاء۔ صدیقوں۔ شہداء اور صلحاء کی راہ عطا فرما۔ اور ان راہوں میں ایک راہ مکالمہ کی بھی ہے پس اگر ہم مکالمہ کے مدعی ہیں۔ تو کیا کفر کیا؟ بنی اسرائیل کو اس لئے عبادت عجل پر ملامت ہوئی۔ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا (۷: ۱۴۸) کہ ان کا معبود ان سے بات نہیں کرتا اور ان کو ہدایت نہیں فرماتا۔

پس اس وقت مسلمان کیوں مکالمات الہیہ سے انکار کرتے ہیں؟

۲۔ دعوائے امامت و تجدید دین۔ اس کی بنا مکالمات اور حدیث علیٰ راس مائة سنة من يجدد لها دينها اور سورہ نور کی آیت استخلاف پر تھی۔ اور ہمیشہ مجدد گزرتے رہے پس اس صدی کو کیوں خالی چھوڑتے ہیں؟

۳۔ دعویٰ مہدویت جس کا مدار وہی مکالمات تھے اور حدیث لا مهدى الا عيسىٰ یہ صحیح حدیث اسفار حدیث میں موجود ہے۔ منجملہ ان کے ابن ماجہ میں بھی ہے مگر جناب نے بہت حقارت و بری نگاہ سے اس کا نام روایت اور مرزا کی توہین کے لئے فرمادیا۔ کہ حدیث کر کے مرزا نے اس روایت کو پیش کیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث ہے اور پھر کیا مجدد مہدی نہیں ہوتا۔ انصاف! انصاف!!

۴۔ دعویٰ عیسےٰ ابن مریم ہونے کا اس کا مدار بھی مکالمہ الہیہ تھا۔ اور قرآن کریم کی آیت وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ (۶۶: ۱۲) پر تھی۔ اس آیت کریمہ سے پہلے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

مومن جس سے خطا ہو جائے۔ وہ امرأۃ فرعون کی مثل ہے کہ شیطان کے ماتحت ہے وہ تو دعائیں کرے نَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ۔[۱] اور اس آیت میں ذکر ہے۔ اس قسم کے مومن کا۔ دوسرا مومن وہ ہے جو محصن ہے وہ مریم ہوتا ہے۔ اور جب اس پر کلام الٰہی کا نفخ ہوتا ہے تو مریم سے ابن مریم ہو جاتا ہے۔

اور تیسری وجہ ؎

چوں مرا نورے پئے قومے مسیحی دادہ اند ؛ مصلحت را ابن مریم نام من نہادہ اند

چوتھی وجہ حدیث صحیح یَنْزِلُ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ۔ (المؤمنون) ۲۳ : ۱۰۰

۵ ۔ آپ کا دعوٰی کہ ابن مریم مر گئے۔ اس کے دلائل کے لئے آپ نے اسّی رسالہ لکھے۔

۶ ۔ جو طبعی موت سے مر گئے۔ وہ دنیا میں باین جسم عنصری واپس نہیں آتے وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۔ (۲۳:۱۰۰)

۷ ۔ آپ نے ہزاروں پیشگوئیاں کیں۔ جو صحیح ہوئیں۔ جو بظاہر کسی کو نظر آتا ہے کہ صحیح نہیں ان پر مرزا صاحب نے بہت کچھ لکھا ہے۔

آپ نے بااینکہ محمد رسول اللہ کو خاتم النبیین مانا اور ان کے عشق و محبت میں ہزاروں صفحہ لکھا ہے بے ریب لکھا ہے کہ میں نبی بمعنے پیشگوئی کرنے والا ہوں۔ مجھے احادیث اور کلام الٰہی میں نبی کہا گیا مگر نہ نبی تشریع۔ اور یہی مذہب تمام صوفیاء کرام کا ہے۔

---

[۱] (التحریم) ۶۶ : ۱۱

شعبہ دعوت و ارشاد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بمبئی نے
جگتاپ لیتھو گرافک ورکس کھنڈ واڑی گرگاؤں بمبئی ۴ میں
چھپوا کر شائع کیا۔ سنِ طباعت : سنہ ۱۴۰۴ھ / سنہ ۱۹۸۴ء